سفرنامہ شام.................. كُلُّ أَمرٍ مَرْهُونٌ بِأَوقَاتِهَا

نوٹ: گزشتہ شمارہ (اکتوبر) میں سفرنامہ کی وہ قسط شائع ہوگئ جواس ماہ (یعنی نومبر) کے لئے تیار کی گئی تھی، اور اکتوبر کی قسط شائع ہونے سے رہ گئی چنانچہ ربط وتسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے قارئین سے التماس ہے کہ وہ شمارہ ستمبر میں شائع شدہ قسط کے بعد بالترتیب اکتوبر اور پھر نومبر کی قسط کا مطالعہ فرمائیں.............. دونوں قسطیں ترتیب وار پیش خدمت ہیں ......مجلس ادارت اس فروگزاشت پر معذرت خواہ ہے......

..........سلطان ابراھیم ادھم بلخی رحمتہ اللہ علیہ کی مرقد مبارک مسجد کے اندر ایک گنبد میں ہے سلام پیش کئے اسلاف کی روایات کے مطابق فاتحہ خوانی کی کچھ دیر مؤدب کھڑا رہا.........توجہ چاہی مگر سلطان نے شاید اس گدا کو خیرات کا مستحق نہیں جانا.......... پھر دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کی پھر حاضر ہوا پھر توجہ طلب کی مگر ادھر سے شاہانہ ادا ہی برقرار رہی..............دل نے کہا.......... اتنی دیر تو باہر دروازے پہ بٹھائے رکھا..........کالی چائے سے مہمان فقیر کی تواضع کی.......... اس سے شاید دل نہیں دھلا آئینہ دل پر جو زمانے سے زنگ چڑھا ہے ظاہر ہے اسے ایک کپ چائے کیا صاف کرے گی اور وہ بھی کالی چائے؟ ہزار ارمان دل میں لیے واپسی ہوئی اور دل کی یہ بات ہمارے دور کے کسی صوفی نے بھی شاید کبھی نہ لکھی ہو جو میں لکھ رہا ہوں۔ہاں اگر سلطان کی نظر ہو جاتی تو بات بن سکتی تھی مگر شاید ابھی اس کا وقت نہ آیا ہو۔

ہمارے پیرومرشد بزرگ (پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ مضافاتِ خوشاب کے ایک شاہ صاحب دونوں پاؤں سے اپاہج ومفلوج ہوکر گولڑہ شریف آئے اور کچھ عرصہ حضرت سے دعاء اوردم کراتے رہے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا، چنانچہ ایک موقع پر حضرت نے فرمایا کہ شاہ صاحب ابھی وقت نہیں آیا آپ فی الحال گھر چلے جائیں......وہ تعمیل ارشاد میں گھر واپس چلے گئے، کافی عرصہ بعد خوشاب ریلوے اسٹیشن پر وہ حضرت کو رینگتے نظر آئے آپ نے پاس بلایا اور فرمایا شاہ صاحب اب وقت آگیا ہے میں دعاء کرتا ہوں، چنانچہ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعاء فرمائی

☆ الیقین لا یزول بالشک ☆ (فقہی ضابطہ)

اور وہ شاہ صاحب اسی وقت اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور اپنے پاؤں پر چل کر اپنے گاؤں گئے..........

سلطان ابراہیم ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف سے جدا ہوتے ہوئے راقم نے سوچا کہ **کُلُّ اَمرٍ مَرھُونٌ بِاَوقَاتِہَا** (ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے)..........اس لئے مایوسی کی کوئی بات نہیں..........جبلہ سے آگے لاذقیہ کا شہر ہے جسے لطاقیہ بھی لکھا اور کہا جاتا ہے مگر میرے علم میں ابھی وھاں کی کوئی خاص تاریخی زیارت گاہ تھی نہ دانشگاہ اس لیے میں نے جبلہ سے دمشق واپسی کا فیصلہ کیا۔حمص کے بعد لاذقیہ ۱۳ ہجری میں فتح ہوا، اور اس کی فتح میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی اک خاص جنگی تدبیر کا دخل ہے ...... یہ وہ آخری شہر ہے جس کی فتح کے بعد دربارِ خلافت سے کمانڈر (حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ) کو حکم ملا کہ مزید پیش قدمی نہ کی جائے..........بس اسٹینڈ پر آکر دیکھا تو گھڑی دس بجا رہی تھی اور گیارہ بجے دمشق کے لیے قدموس کی بس کی روانگی تھی۔ٹکٹ لیا پھر ایک گھنٹہ گزارنے کے لیے بازاروں کی طرف نکل گیا۔کچھ پیٹ پوجا کی وضو تازہ کیا اور ۱۱ بجے بس آئی تو اس میں سوار ہوگیا جو دو تین منٹ میں روانہ ہوگئی۔

۳ بجے بس دمشق پہنچی راستہ میں سڑک کے دونوں جانب باغات اور زرعی زمینیں نظر آئیں زمین کہیں پہاڑی اور کہیں ہموار مگر اکثر غیر ہموار ہی ہے زیادہ تر ٹیلے نظر آتے ہیں اور دمشق سے زیادہ قریبی ٹیلے، پہاڑیاں ہیں مگر زیادہ اونچی نہیں۔شام کے اس علاقہ میں یوں سفر کرتے ہوئے تاریخ کے اوراق خود بخود پلٹتے ہوئے محسوس ہوئے کہ یہ وہی شام ہے جو کبھی رومن ایمپائر کا مرکز تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اصحابِ رسول ﷺ نے شام فتح کیا تھا، کیا خوب! یہ سرزمین تو میرے رسول ﷺ کے غلاموں کی فتح کردہ زمین ہے یہ خیال آتے ہی فرطِ محبت سے میں جھکا اور میں نے بے ساختہ زمین کا بوسہ لے لیا..........

جبلہ سے واپس آکر تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی کچھ دیر آرام کیا پھر سیرین ائر لائن (Syrian Airline) کے دفتر گیا تاکہ لندن کی سیٹ ریکنفرم کرائی جاسکے۔کراچی سے سیٹ بک کروالی تھی اور اب اس کا ریکنفرم کرانا ضروری تھا۔چنانچہ ہوٹل کے قریب واقع ائر لائن کے آفس جاکر رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ ہفتہ کو صبح ۱۱ بجے جانے والی پرواز منسوخ کردی گئی ہے اور اب اتوار کی صبح چار پچاس پر پرواز جائے گی اس میں سیٹ کنفرم ہے کچھ ذہنی کوفت تو ہوئی مگر صبر کیا اور لندن حقانی صاحب کو فون کردیا تاکہ وہ دیگر متعلقین کو فون پر اس تبدیلی سے مطلع کرسکیں۔مغرب کی نماز معہد ابوالنور کی مسجد

میں ادا کی پھر الصناعہ گئے (الصناعۃ دمشق کا انڈسٹریل ایریا ہے) اور رات کا کھانا ایک مطعم میں رحمت اللہ شاہ صاحب اور صاحبزادہ نذیر نعیمی صاحب کے ساتھ کھایا۔عشاء کی نماز حضرت عبدالغنی نابلسی رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد میں ادا کی اور مرقد شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے۔آپ کا مزار شریف دمشق کے جس محلہ میں واقع ہے اسے صالحیہ کہتے ہیں......صالحیہ جانے کے لئے شہر کے ہر کونے گوشے سے لوکل ٹرانسپورٹ مل جاتی ہے۔مزار شریف پر حاضر ہوئے تو ایک علمی وقار دجاہ جلال کا احساس ہوا، توجہ بھی ملی اور سکون بھی محسوس ہوا ایسی کیفیت یا تو حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر پیدا ہوئی تھی یا اب یہاں محسوس ہوئی..........حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی رحمتہ اللہ علیہ گیارہویں صدی ہجری کے ایک معروف حنفی عالم گزرے ہیں۔مشربا قادری اور نقشبندی تھے۔شام (دمشق) میں پیدا ہوئے اور شام ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔متعدد علمی اسفار پیش آئے۔استانبول، بقاع، لبنان، الخلیل، بیت المقدس، مصراور حرمین شریفین کے سفر قابل ذکر ہیں۔**اڑھائی سو کتابوں کے مصنف اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے افکار کے مؤیدین میں سے ہیں**۔دمشق کے لوگوں کا کہنا ہے کہ جو حاجت پوری نہ ہوتی ہو وہ مزار شیخ پر آکر بیان کی جائے اور یہاں اللہ سے دعاء کی جائے تو مراد بر آتی ہے.....اور یہاں کے لوگوں کے اس حوالے سے اپنے اپنے تجربات و مشاہدات ہیں۔عین ممکن ہے اللہ تبارک وتعالی نے اس مقام کو مقام مستجاب بنا دیا ہو۔وما ذلک علی اللہ بعزیز..........زیارت شیخ کے بعد ہوٹل واپس آکر آرام کیا اور آج کا دن تمام ہوا۔

صبح ناشتہ کے لیے قریب کی گلیوں میں سے ایک گلی میں واقع ایک ناشتہ والے مطعم پر فول اور روٹی کا ناشتہ کیا۔یہاں شام میں ایک دشواری یہ ہے کہ پاکستانی کھانے یا پاکستانی ذائقوں کے کھانے نہیں ملتے اور اگر کہیں ملتے ہیں تو ہمیں جگہ نہیں معلوم، نہ ہی تنوری یا توے کی دیسی روٹی ملتی ہے جیسی اپنے دیس میں، خبز یا شاورما سے گزارا کرنا پڑتا ہے۔مہنگائی پاکستان ہی کیطرح ہے ناشتہ معمولی سے معمولی ہوٹل میں بھی (تادم تحریر) ۲۵لیرا سے کم کا نہیں۔دو روز تو میں صبح سویرے مرجہ چوک (بلکہ چھوک کہنا چاہیے کہ اس میں سے چھ سے بھی زیادہ سڑکیں نکلتی ہیں) پر ناشتہ دودھ اور سامولی کا کرتا رہا۔سامولی ایک گول اور لمبی سی ڈبل روٹی کو کہہ سکتے ہیں۔ناشتہ کے بعد آکر کچھ آرام کیا اور کچھ سفر کی روئیداد لکھنا شروع کی۔نذیر بھائی کا فون آیا کہ جمعہ کہاں ادا کریں گے میں نے کہا شیخ سعید رمضان البوطی دمشق کے ایک بڑے عالم ہیں ان کے ہاں ادا کرلیں گے انہوں نے تائید کی

چنانچہ ساڑھے گیارہ بجے ہم شیخ سعید رمضان البوطی کی مسجد جو کہ رکن الدین کے علاقہ میں واقع ہے پہنچ گئے ۔دو تین منزلہ خوبصورت مسجد تھی ابھی لوگ آہستہ آہستہ آرہے تھے یہاں مساجد بہت خوبصورت ہیں اوران میں انتظامات بھی بہت عمدہ ہیں پھر ہر مسجد کی دعوتی تبلیغی اورتربیتی سرگرمیاں ہیں ۔کہیں علماء درس قرآن دے رہے ہیں کبھی درس حدیث کبھی درس فقہ کبھی حلقہ ھائے ذکر ہورہے ہیں تو کبھی محافل نعت خوانی علی ھذاالقیاس ....اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان محافل میں لوگوں کی دلچسپی اور حاضری بہت شاندار ہوتی ہے ۔مساجد بھری ہوتی ہیں ۔جس مسجد میں ہم جمعہ کی نماز کے لئے گئے اس میں ابھی اذان نہیں ہوئی تھی کہ اندر کا ہال بھر گیا ہر عمر کے لوگ ہیں تاہم نوجوانوں کی بڑی تعداد ہے ۔پونے ایک بجے کے قریب شیخ تشریف لائے اوران کا خطاب شروع ہوا موضوع تذکیرالموت تھا۔نماز جمعہ کے بعد شیخ کے صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر محمد توفیق البوطی سے ملاقات ہوئی ان سے ایک ملاقات جامع دمشق کلیہ الشریعہ میں استاذ بدیع السید اللحام کے آفس میں ہو چکی تھی ۔ان سے ان کے والد گرامی سے ملاقات کا وقت لیا اور ہم ہوٹل جانے کے لیے روانہ ہوئے ویگن میں بیٹھے اور راستہ میں ایک جگہ اتر کر دوسری ویگن میں سوار ہونے کا خیال تھا جلدی میں اتر گئے اور وہ زنبیل (تھیلی) جس میں ہمارا کیمرہ اور میری سندھی ٹوپی تھی ویگن ہی میں رہ گئی ۔

کیمرہ اگر چہ قیمتی نہ تھا تاہم اس میں سیریا (شام) کے پورے سفر کی تصاویر تھیں جو گم ہو جانے کا بہت افسوس ہے ......انا للہ وانا الیہ راجعون......۔ہم نے یاد آتے ہی ٹیکسی پکڑی اس ویگن کا پیچھا کرنے کی کوشش کی اس کے آخری اسٹاپ تک گئے اور ایک گھنٹہ انتظار کیا مگر بات نہ بنی ۔

بالآخر الصناعہ پہنچ کر دو پہر کا کھانا چار بجے کھایا اور عصر کی نماز ہوٹل میں آکر ادا کی ۔مغرب کی نماز کے بعد شیخ سعید رمضان البوطی صاحب سے ملاقات طے ہوئی جس کی اطلاع مولانا اسلم رضا صاحب نے فون پر مغرب سے کچھ ہی قبل دی چنانچہ الٹے پاؤں واپس پھر معہد ابوالنور اور وہاں سے جامع البوطی جانا پڑا جہاں مغرب کی نماز کے بعد ڈاکٹر توفیق نے اپنے بیٹے کو ہمارے ساتھ یہ کہہ کر بھیجا کہ گھر پر تمہارے دادا ان کے منتظر ہوں گے انہیں لے جاؤ ۔گھر قریب ہی تھا ہم وہاں پہنچے تو شیخ واقعتاً انتظار میں تھے انہی نے دروازہ کھولا نصف گھنٹہ کے لگ بھگ چائے پر ملاقات رہی مختلف امور زیر بحث آئے ہندو پاک کی تالیفات کے شام نہ پہنچنے پرانہوں نے افسوس کا اظہار اور ہم نے رابطوں کے فقدان کا ماتم کیا ۔شام میں مختلف معاہد میں طلبہ کے داخلوں کے سلسلے میں بات چیت

ہوئی غیر ملکی طلبہ کے اسلامی معاہد میں داخلوں پر حکومت کی طرف سے نئی پابندیوں کے حوالہ سے ہم نے اپنی تشویش کا اظہار کیا اور انہوں نے تسلی دی کہ ھائر لیول پر مقتدرہ کے بعض لوگوں سے ان کی ملاقاتیں اسی ہفتہ ہونے والی ہیں اور وہ پر امید ہیں کہ کسی قسم کی پابندیاں نہیں لگیں گی ۔ہم نے انہیں شیخ نذیر نعیمی صاحب کے ایماء پر جامعہ مجددیہ نعیمیہ اور دیگر پاکستانی ادارے وزٹ کرنے کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کی ۔اس ملاقات میں مولانا اسلم رضا اور جناب احمد رضا ساتھ تھے ۔شیخ سے ملاقات کے بعد مابدولت واپس ہوٹل آ گئے ۔

اگلے روز عصر کی نماز ایک قریبی مسجد میں ادا کی مرجہ سے سوق الحمید یہ جاتے ہوئے یہ راستے میں پڑتی ہے قدیم طرز کی ترکوں کے زمانہ کی تعمیر ہے اس کے دروازے سے اندر داخل ہوں تو دائیں جانب ایک بڑے ھال میں کچھ مزارات ہیں ان پر جو کتبے لگے ہوئے ہیں ان سے یہ مزارات اصحاب رسول کے معلوم ہوتے ہیں میں نے جو کتبے دیکھے ان کے مطابق ایک مزار حضرت عباس بن مرداس بن ابی عامر کا ہے دوسرا خنان بن زید ابو خراشہ السلمی کا اور تیسرا امتہ الخنساء الشاعرہ کا............

ابو خراشہ کے بارے لکھا ہے کہ یہ خنساء کے بیٹے تھے تاریخ سے رجوع کرنا مناسب ہوگا ۔چونکہ حضرت خنساء کا عقد ثانی مرداس بن ابو عامر سے ہوا تھا اس لئے عباس بن مرداس بن ابی عامر بھی ان سے بر بنائے ابن الزوج صاجزادگی کا تعلق رکھتے ہیں ......ان کے اپنے چار بیٹے تھے اور چاروں نے اپنی والدہ کے حکم پر قادسیہ کے میدانِ کارزار میں سپر پاور کو شکست دینے کے لئے جام شہادت نوش کیا خنساء عرب کی عظیم شاعرہ تھیں اور مرثیہ گوئی میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا......مکہ کے معروف بازار عکاظ میں شعراء کے اجتماعات میں خنساء زمانہ جاہلیت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتی تھیں......ان کا دیوان ۱۸۸۸ء میں بیروت سے شائع ہو چکا ہے......جس کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ بھی کیا گیا ہے......دمشق میں ان کا اور ان کے بیٹوں کا مدفن کیسے بنا یہ معاملہ ہم تاریخ کے سپرد کرتے ہیں......

اسی روز ہم سیدہ رقیہ بنت حسین کے حرم کی زیارت کو گئے مگر اندر داخل ہو کر قبر کے پاس جانے کی ہمت نہیں ہوئی اگرچہ یہ کوئی فقہی معاملہ نہیں تاہم دل یہ کہتا تھا کہ حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے پردہ کا لحاظ ان کے وصال کے بعد بھی رکھا جانا چاہیے ۔واپسی پر مکتبہ ظاہر بیبرس اور سلطان بیبرس کی قبر کی زیارت کا اتفاق بھی ہوا۔

لوگوں نے بتایا کہ جبل قاسیون پر چالیس ابدالوں کا مقام ہے مگر وہاں تک پہنچنا......کارے دارد

......ھابیل کی قبر بھی اسی پہاڑ پر بتائی جاتی ہے (واللہ اعلم) مگر ہم دیگر مصروفیات کے باعث ادھر حضرت ہابیل کی جانب نہ جاسکے..........

تاہم علی الصبح دارالفکر جانا ہوا جو برامکہ کے علاقہ میں واقع ہے ہوسکتا ہے کہ یحی برکمی یا خالد بن یحی برکمی یا اس دور کے دیگر برمک خاندان کے برامکہ کے نام پر اس جگہ کا نام برامکہ ہوگیا ہو۔دمشق کا سب سے بڑا پبلشنگ کا ادارہ دارلفکر یہاں ہے، دارالفکر میں دکتور رشوتی ابوخلیل سے ایک اور ملاقات ہوگئی اس ملاقات میں ان کے پاس ایک ایسے شامی نوجوان کو پایا جو کراچی میں جامعہ دراسات میں کچھ عرصہ قیام پذیر رہ کر کلیہ اور ایم اے کی تیاری کر رہا تھا۔اس کا نام اس وقت ہم صرف سلیمان جانتے تھے اب وہ ڈاکٹر محمد سلیمان وھبی ہیں۔دارالفکر میں علمی کام کرتے ہیں اور کلیہ اصول الدین و کلیۃ الدعوۃ جامعہ دمشق میں استاذ الفقہ ہیں۔دارالفکر میں مدیر قسم الدراسات والبحوث ہیں جبکہ مجمع شیخ احمد کفتارو میں وہ رئیس قسم الدراسات العلیاء ہیں۔

دارالفکر سے تفسیر نورالعرفان کی طباعت کی بات چل رہی ہے انہوں نے ساڑھے بارہ بجے آنے کو کہا ہم ساڑھے بارہ بجے آئے تو ابھی بھی تخمینہ تیار نہ تھا۔اسی دوران استاذ نزار سے ہم نے شیخ عبدالفتاح بزم کو فون کرایا، شیخ نزار نائب مدیر دارالفکر ہیں جبکہ شیخ عبدالفتاح بزم مفتی دمشق اور مدیر معاہد الفتح الاسلامی ہیں، انہوں نے رات نو بجے ملاقات کا وقت دیا پھر چند لمحوں بعد خود ان کا فون آ گیا انہوں نے کہا کہ ہم ظہر بعد ایک پروگرام میں جارہے ہیں آپ کو بھی شرکت کی دعوت دیتے ہیں اس میں شیخ حسام الدین فرفور بھی ہوں گے۔(شیخ حسام الدین فرفور نائب رئیس جمعیۃ الفتح الاسلامی اور رئیس قسم الدراسات التخصصیۃ فی المعہد الفتح الاسلامی ہیں۔ہم نے دعوت قبول کی اور انہوں نے ازراہ شفقت فرمایا ہم خود آپ کو ساتھ لے لیں گے......................

چنانچہ اڑھائی بجے دکتور رشوتی ابوخلیل دکتور عدنان سالم (مالک مکتبہ دارالفکر) اور دکتور نزار کے ساتھ ہوٹل پر تشریف لے آئے چنانچہ حسب پروگرام انہی کی گاڑی میں ہم مطعم الریان پہنچے جو ائر پورٹ روڈ پر واقع ہے۔اور Lavish پارٹیوں کا مرکز ہے۔

یہاں شیخ حسام الدین فرفور مدیر معہد ابوالنور نے اٹلی سے آئے ہوئے ایک مصری ڈاکٹر محمود جو اٹلی کی کسی جامعہ کے وائس چانسلر ہیں کے اعزاز میں دعوت وضیافت کا اہتمام کیا تھا۔

یہ شام کی بڑی علمی شخصیات سے ملاقات کا ایک خوبصورت موقع تھا۔الحمد للہ بہت سے علماء ومشائخ

☆جب حقوق باہم متعارض ہوں تو ان میں جس کا وقت تنگ ہو اسے ترجیح حاصل ہوگی☆

اور دیگر لوگوں سے ملاقاتیں ہوگئیں۔

کھانے کے بعد شیخ عبد الفتاح بزم سے اور شیخ حسام الدین فرفور سے الگ الگ ملاقاتیں کیں یہ یہاں کے معروف علمی معاہد، معہد ابو النور اور معہد الفتح کے کرتا دھرتا ہیں ان حضرات کے اداروں میں پاکستانی طلبہ کے داخلوں، تعلیمی امور، تبادلہ ءکتب، تبادلہ مبعوثین اور خود ان کے پاکستان کے دورے کے امکانات پر گفتگو شامل تھی۔ چار بجے اس ضیافت سے فراغت ملی۔

دکتور شوقی ابو خلیل نے راقم کو ہوٹل پر اتارا ہم نے ہوٹل پہنچتے ہی شام کے ایک اور نامور عالم شیخ ھشام البرھانی کو فون کیا ان سے ظہر میں ملاقات طے تھی مگر تاخیر ہوگئی چنانچہ معذرت کی اور مغرب سے قبل چھ بجے ملاقات کا نیا وقت طے کیا اسی وقت تیاری شروع کردی عصر کی نماز ہوٹل میں ادا کی اور ٹیکسی لے کر ان کے گھر کا رخ کیا ان کی رہائش گاہ شام کے امیر ترین علاقہ مزہ (Mizzah) میں واقع ہے یہ ایک نفیس بزرگ، نفیس انسان اور نفیس عالم ہیں فکر جماعت اور اخوان سے مماثل ہے مگر عقائد و معمولات ہمارے پروفیسر عبد الغفور احمد کی طرح اہل سنت کے ہیں، (یہاں یہ بات واضح کرتا چلوں کہ دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کے زمانہ طالب العلمی کے دوران ہمیں پروفیسر غفور صاحب کے ہاں کئی بار محفل میلاد میں شرکت کا موقع ملا اور ان کی اہلیہ کی میلادی میزبانی سے لطف اندوز بھی ہوئے)۔

شیخ البرہانی بڑی محبت و شفقت سے پیش آئے ایک گھنٹہ ملاقات رہی ہوگی سیر حاصل گفتگو ہوئی،...... بات چیت سے اندازہ ہوا کہ اولیاء اللہ کے معتقد اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت رکھتے اور ان کے علم کے نہ صرف قائل بلکہ مداح ہیں علم لدنی اور محی الدین ابن عربی کے علوم لدنیہ کے معترف ہیں البتہ ہماری طرح آج کل کے متصوفہ سے نالاں ہیں۔ان کے گھر پر ایک وسیع اور خوبصورت علمی و تحقیقی کتب پر مشتمل ذاتی مکتبہ ہے۔انہیں راقم کی فی البدیہ عربی گفتگو اور بقول ان کے طلاقتِ لسانی پر تعجب ہوا..........فرمانے لگے کہیں مصر یا عرب دنیا میں تعلیم حاصل کی ہے، راقم نے عرض کیا نہیں صرف پاکستان میں..........

دمشق کے علاقہ العمارۃ کی مسجد التوبۃ میں درس دیتے ہیں بچیوں کی دینی تعلیم میں بہت کوشاں ہیں کئی شاگردہ بچیوں کی لکھی ہوئی کتابیں دکھائیں اور مسرور ہوکر مسرور کیا۔

میں نے جناب پروفیسر ڈاکٹر رضوان ندوی صاحب کا وہ خط پیش کیا جو انہوں اپنے ایک کام اور

میرے تعارف کے سلسلہ میں انہیں لکھا تھا، چنانچہ خط دیکھتے ہی ان کے احوال دریافت کرنے لگے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ شیخ ھارون جو کہ شیخ ابوالحسن کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے کے انتقال کے بعد مجلہ البعث میں شیخ نے ان پر دو تین قسطوں میں شاید مضمون لکھا تھا وہ درکار رہے اور غالبا یہ ۱۹۶۰ کی بات ہے جب شیخ احمد الھارون کا انتقال ہوا تھا۔شیخ احمد الہارون کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ انہیں تو علم لدنی حاصل تھا۔یہی بات ہم سے پاکستان میں ڈاکٹر رضوان ندوی صاحب نے ایک بار کہی تھی......

شیخ البرھانی کی گفتگو میں بڑی مٹھاس تھی اس پر ان کی طرف سے چائے اور شیرینی کا اہتمام مستزاد تھا ، ان کی مجلس سے اٹھنے کو جی نہ چاہتا تھا مگر مجھے آج ہی رات کو لندن کے سفر کی تیاری کرنی ہے ۔چنانچہ میں نے اجازت طلب کی اور انہوں نے پھر گفتگو شروع کر دی کچھ دیر بعد میں نے کہا ....میں نے آپ کا بہت وقت لیا فرمانے لگے شکر گزار ہوں آپ کا بھی اور دکتور رضوان کا بھی کہ جنہوں نے مجھ فقیر کو یاد رکھا۔انہوں نے بتایا کہ دکتور رضوان یہاں شام میں ایک طویل عرصہ تک متعلم و معلم رہے ہیں ......وہ صوفی منش آدمی ہیں اور صوفیاء سے انہیں بڑا قلبی لگاؤ رہا ہے، حافظ ہیں قرآن بہت اچھا پڑھتے ہیں ....ہم شیخ کی باتیں سن کر کچھ متعجب ضرور ہوئے ......کیونکہ پاکستان میں تو ڈاکٹر صاحب کا تعارف اور ان کی شناخت ایک نامور استاذ، نقاد اور تاریخ اسلامی کے اسکالر کی ہے ....صوفی کی نہیں...........ہوسکتا ہے یہ ان کی زندگی کا کوئی خفیہ گوشہ ہو جسے انہوں نے پاکستان میں کبھی کسی پر آشکارا نہ ہونے دیا ہو...........

شیخ البرہانی سے ملاقات کے بعد واپس ہوٹل آیا پھر فتحی بلال سے ملاقات کے لیے ان کے شوروم پر گیا۔انہیں ساتھ لیا اور بازار سے کچھ شاپنگ کی لندن بریڈفورڈ والے دوستوں کے لیے کچھ تحائف خریدے اور اپنی جیب خاص سے ۵۴۰۰ سوری لیرا نقد ادا کیا ان کے ساتھ جا کر خریداری کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ جو چیزیں ۵۴۰۰ میں مل گئیں وہ ہم خود خریدنے جاتے تو دگنی سے زائد قیمت ادا کر کے لاتے اس شخص کے ساتھ جانے کا یہ فائدہ بھی ہوا کہ مال دو نمبر نہیں بلکہ اصل مل گیا۔یہاں شام کے بازاروں میں پاکستان کی طرح کا معاملہ ہے پاکستان میں کوئی عرب یا یورپین آ جائے تو نرخ فورا چڑھ جاتے ہیں اسی طرح یہاں پاکستانی لباس میں یا عرب لباس میں کوئی بازار پہنچ جائے یا غیر عرب ہو تو بس دس کے سو ہو جاتے ہیں۔مجھے ایک چھوٹی سی قینچی کی ضرورت تھی بازار میں فٹ پاتھ

پر بیٹھے ہوئے خوردہ فروشوں سے پوچھا تو سولیرا قیمت بتانے لگے۔ایک اورلڑکے نے بھی سو بتائے میں چلنے لگا تو کہا اچھا پچاس میں لے جائیں۔سوق الحمیدیہ اوراس کے آس پاس کے بازاروں کا تو یہی حال ہے وہی قینچی ہم نے رکن الدین کے علاقہ سے دس لیرا میں خریدی جہاں دکاندار نے اس کے دس ہی بتائے تھے مگراس لئے کہ خریدنے والا میرے ساتھ وہیں کا ایک شخص موجود تھا............

بہرکیف فتحی بلال نے اپنی گاڑی میں ہوٹل تک پہنچایا اورمشورہ دیا کہ ائرپورٹ جانے کے لیے رات کوٹیکسی نہ لوں کہ وہ تین سے پانچ سولیرا مانگے گا جبکہ بس ۱۵ سے ۲۰ میں لے جائے گی اس نے مجھے بس اسٹینڈ بھی دکھادیا ظاہر ہے کہ ایک ہمدرد اور قدیم طرز فکر کا انسان ایسا ہی مشورہ دے سکتا ہے ۔مگر ہم ٹھہرے جدید دور کے پختہ عمر نوجوان چنانچہ ہم نے ٹیکسی والے سے پہلے ہی بات کررکھی تھی یہ ایک صالح نوجوان تھا شامی تھا فصیح عربی بولتا تھا اس کا نام ثمیر تھا (اور اس کا فون نمبر ۰۹۴۵۸۴۰۹۰ ہے)۔اسی اثناء میں صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن صاحب کا فون بھی آگیا وہ دمشق کے علاقہ مہاجرین میں کسی محب کے ہاں قیام فرما ہیں اور دوایک روز میں لندن جانے والے ہیں ان کا مستقل قیام لندن میں ہی ہے۔.........حضرت سلطان العارفین سلطان باہور حمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ سے خاندانی ونسبی تعلق ہے، ....وہ وہاں (یوکے میں) ایک اسلامک سنٹر، ایک دارالعلوم اور ایک روحانی سلسلہ چلا رہے ہیں ....یہ ان کی کرم نوازی ہے کہ انہوں نے اس مختصری گفتگو میں یوکے میں قائم اپنے ادارہ کے وزٹ کی دعوت دی...............اور پھر ہم اپنی رات کی فلائیٹ کی تیاری میں لگ گئے ....اسی رات ایک بجے دمشق کو ہم نے خیر باد کہا اور ائرپورٹ کے لئے روانہ ہوگئے ....گوکہ ہماری اگلی منزل لندن ہے مگر سفرنامہ میں ہماری اگلی منزل بغداد شریف ہوگی.................جہاں کا کچھ حال احوال انشاء اللہ ہم آپ سے شئر کریں گے...............(یارزندہ صحبت باقی)

نیا اسلامی سال مبارک ہو

☆ ثواب کا دارومدار نیت پر ہے ☆